جوش کی شاعری کے موضوعات اور خصائص

وسیم عباس گُل
پی ایچ ڈی سکالر (اردو) گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر شبیر احمد قادری
ایسوسی ایٹ پروفیسر اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

VERSE OF JOSH
ISSUES AND PECULARITIES

Wasem Abbas Gull
PhD Scholar (Urdu)
GC University, Faisalabad

Shabbir Ahmad, PhD
Associate Professor of Urdu
GC University, Faisalabad

Abstract

Josh Maleehabadi is one of the poets who has enlivened Urdu language in regard to its expression. Themes of Josh's poetry are multifaceted as it covers mystic, religious, philosophical, revolutionary, scenic, intoxicant, satiric themes etc.This article covers all the aforementioned aspects of Maleehabadi's poetry. The article covers the whole poetic journey of Josh Maleehabadi, from its classical tradition to the modernist.

Keywords:

جوش، میر حسن، تلسی داس، میرا بائی، خلیق انجم محمد علی صدیقی، صوفیانہ، شاعری، مذہب، تصور

کسی شاعر یا فن کار کی عظمت کا تعین کیلنڈر کے اوراق کے ذریعے نہیں کیا جا سکتا شاعر اگر خود ایک روایت کا لیجنڈ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے تو کسی پروپیگنڈے تعصب یا کسی سرکاری درباری سرپرستی کے بغیر بھی جریدۂ ادب عالم پر دوام کی مہر ثبت کر سکتا ہے۔جوش کی شاعری اور شخصیت پر مدح وقدح کی دھوپ چھاؤں برابر پڑتی رہی ہے لیکن جوش اپنے مل پر روشن سے روشن تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔جوش بعض دیگرا کابر شعرا کی طرح تو ہم شکنی،روایت کے بجائے درایت،انسان دوست،امن واخوت کا ایک استعارہ بن چکے ہیں۔

جوش کو اپنی فکری وراثت میں جو موضوعات ملے وہ مذہب،تصوف،مطالعہ فطرت اور فلسفیانہ ذوق وشوق سے عبارت تھے۔ان تمام موضوعات کو جوش کی شاعری نے اپنے اندر سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ یہی وہ موضوعات ہیں جن سے اردو شاعری کی کلاسیکی روایت ہر دور میں چولے بدل بدل کر ہم کلام ہوتی رہی ہے۔جوش کے کلام کے خصائص کا اختصار سے جائزہ پیش ہے۔

جوش کی صوفیانہ شاعری

جوش کے کلام میں صوفیانہ خیالات بہت کم پائے جاتے ہیں۔اس کا سبب یہ ہے کہ وہ باقاعدہ صوفی نہیں تھے۔عارضی طور پر ان کا رجحان تصوف کی طرف ہوا مگر یہ رجحان مستقل نہ ہو سکا اس کے باوجود اُن کے اشعار میں تصوف کہیں کہیں ایسے دکھائی دیتا ہے جس کی نہ تو کوئی مثال ہے نہ کوئی ثانی۔جوش نے ایک نظم ''فریب ہستی'' کے عنوان سے کہی اس میں انھوں نے بتایا ہے کہ دنیا فانی ہے۔دنیا کا نقشہ بہت سے شعرا نے اپنے کلام میں کھینچا ہے خصوصاً فارسی اور اردو کے صوفی شعرا کا یہ محبوب موضوع رہا ہے۔یہ موضوع خیام،حافظ، درد اور آتش وغیرہ کے ہاں حسین انداز میں ہے۔جوش نے بھی دنیا کی بے ثباتی کو حسین انداز میں پیش کیا ہے۔وہ اپنی نظم ''فریب ہستی'' میں کہتے ہیں:

چمن کی خاک نے کی تا دیر عرق ریزی
کہ گھٹ کے آرزوئے تخم گل نہ رہنے پائے
گرہ لگائی پھر اک مثل نرگس مخمور
اور اس طرح کہ ہواؤں کی زد میں کھل جائے
اور ان تمام مراحل کے بعد ایک کلی
چمن فروز ہوئی پتیوں سے منہ کو چھپائے
اور اس کے بعد دیکھا غروب کے ہنگام
پڑی ہوئی تھی سرِ خاک ناوک غم کھائے

"بیا کہ قصر امل سخت ست بنیاد است
بیار بادہ کہ بنیاد عمر برباد است" (فکرو نشاط،ص ۱۸)

اس نظم کے آخر میں جوش، حافظ کا شعر پیش کرتے ہیں جس میں دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔جوش کے تصوف پر تین مختلف قسم کے اثرات کا غلبہ دکھائی دیتا ہے۔

اول: شروع میں وہ حافظ سے متاثر تھے۔حافظ کے ہاں فراریت ،فطرت کی جلوہ گری، خلوت پسندی اور رندانہ سرمستی موجود تھی۔جوش کے افکار اُن سے ملتے گئے اور وہ اپنے اشعار میں ان خیالات وافکار کی ترویج کرتے گئے۔

دوم: لکھنوی شعری روایت میں میر حسن سے آتش تک تصوف کا عنصر موجود ہے جو اُن کے ہاں آیا۔

سوم: ٹیگور کے ساتھ ساتھ تلسی داس میرا بائی اور میر ، گورونانک اور نظیر کو بھی اپنے پیش رو مانتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد علی صدیقی جوش کے تصورِ خدا کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جوش کا خدا صوفی کا خدا ہے،متصوف کا نہیں وہ مردِ خود آگاہ کا خدا ہے تصعات کے گرداب میں متفرق مردِ کم نگاہ کا خدا نہیں۔"(۱)

جوش کی شاعری میں بہت زیادہ نہیں لیکن جتنی بھی تصوف کی مثالیں ملتی ہیں اُن کی اردو شاعری میں مثال نہیں۔

جوش کی مذہبی شاعری

جوش کی مذہبی شاعری میں اُن کی طویل مسدس ''پیغمبرِ اسلام'' اور 'حضرت امام حسینؓ پر لکھے گئے سلام' قابلِ ذکر ہیں۔ان میں انھوں نے حضورﷺ اور حضرت امام حسینؓ سے بڑے خوبصورت انداز میں عقیدت کا اظہار کیا ہے۔اُن کی مذہبی شاعری میں خدا کا تصور واضح طور پر موجود ہے،اُن کے تصورات فلسفیانہ نوعیت کے ہیں ۔اشفاق حسین لکھتے ہیں:

"جوش کی شاعری کا بہت بڑا حصہ مذہبی شاعری کے زمرے میں آتا ہے۔لیکن خدا اور کائنات کے حوالے سے جو سوالات جوش کے یہاں اٹھائے گئے ہیں وہ صرف فلسفیانہ تشکیک کی موشگافیاں ہی نہیں ہیں بلکہ اِس بات کا بھی بڑا واضح اعلان ہے کہ اب پُرانی وضع کردہ روائتیں جدید ذہن اور جدید انسان کو آسانی سے مطمئن نہ کرسکیں گی۔"(۲)

''پیغمبرِ اسلام'' میں حضور سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اے مسلمانو! مبارک ہو نویدِ فتح باب　　لو وہ نازل ہو رہی ہے چرخ سے اُم الکتاب

وہ اٹھے تاریکیوں کے بامِ گردوں سے حجاب وہ عرب کے مطلعِ روشن سے ابھرا آفتاب
گم ضیائے صبح میں شب کا اندھیرا ہو گیا
وہ کلی چٹکی ، کرن پھوٹی ، سویرا ہو گیا (شعلہ و شبنم، ص ۴۰۷)

"حضرت امام حسینؓ پر لکھے گئے سلام" میں حضرت امام حسینؑ سے محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حسینؑ ابن علیؑ دنیا کو حیراں کر دیا تو نے سرابِ تشنگی کو آبِ حیواں کر دیا تو نے
نظر ڈالی تو ذروں کو جواہر میں بدل ڈالا قدم رکھا تو شعلوں کو گلستاں کر دیا تو نے
تری کشتیِ جاں کو غرق کرنے جب بڑھا طوفاں تو خود طوفاں کو غرقِ کشتیِ جاں کر دیا تو نے
ضمیر اہلِ وحشت اور ذاتِ اہلِ وحشت کو بہم پیچیدہ و دست و گریباں کر دیا تو نے
(عرفانیاتِ جوش، ص ۱۵۱)

جوش کی شاعری میں شباب

جوش کی شاعری کا ایک بہت بڑا حصہ شبابیت پر مشتمل ہے۔ وہ خوبصورت لفظوں سے خوبصورت پیکر تراشتے ہیں نئی نئی تشبیہات اور استعاروں سے کام لیتے ہیں اور حسن کی تعریف میں وہ لفظوں کو شعروں کی لڑی میں پروتے جاتے ہیں۔ شباب کی تصویر کشی اُن کی نظموں 'روپ متی'، 'جنگل کی شہزادی'، 'الھڑ کامنی' اور 'اگر تو واپس نہ آتی' میں بہترین طریقے سے کی گئی ہے۔ وہ شباب کو اُس کے پورے لوازمات کے ساتھ بیان کرنے کے ماہر ہیں اس سلسلے میں سولہ سنگار کیا لباس اور گل رنگ اداؤں کے سینکڑوں الفاظ کا خزانہ رکھتے ہیں۔ پروفیسر وصی رضا جوش کی شبابیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "جوش صحیفۂ حسن و شباب کا پیامبر تھا۔ اسی لیے اپنی ژرف نگاہی، قادرالکلامی سے گلِ حسن و شباب کو سو رنگ سے باندھ کر اہلِ ذوق کے لیے مسرت و شادمانی کا ساز و سامان فراہم کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ بلالحاظ مذہب و علاقہ، ہر صاحبِ ذوق اِس کے پر کیف کلام کو پڑھ پڑھ کر سر دھنتا ہے۔"(۳)

جوش کی نظموں میں شباب مچلتے ہوئے شعلوں اور گرجتی ہوئی گھنگور گھٹاؤں کی صورت سامنے آتا ہے نظم جوانی کی رات دیکھیے:

رخِ لالہ گوں میں مچلتے ہوئے سے
جوانی کے شعلے جنوں کے شرارے

جو اُس روز اے جوش یوں جلوہ گر تھی
اُسے آج یوں کاش کوئی پکارے (عروش وفرش،ص ۲۷)

''الہام وافکار'' کی ایک نظم ''شیب وشباب'' میں لکھتے ہیں:

اللہ ری گرجتی ہوئی گھنگور جوانی
رقاصہ ، قتالہ ، جوالہ ، جواں
القصہ خروشاں تھے ہر پے میں بہر آن
کم بخت جوانی کے گرجتے ہوئے طوفاں (الہام وافکار،ص ۹٦)

جوش کے پاس شبابیات کا لفظی خزانہ ہے جس میں لکھنو بدرجہ اتم موجود ہے:

چہرے پہ ہے گرم لن ترانی
الھڑ، کافر، نئی جوانی
طوفان ہیں دل ربائیوں کے
مُڑنے میں سبک کلائیوں کے
آنکھوں میں ہے تابِ صبح روشن
ہونٹوں میں شگفتگی کا مسکن (نقش ونگار،ص ۱۸)

جوش کی شاعری میں شباب نے سرمستی کے جو نغمے چھیڑے ہیں اس کی تموج آفرینی سے کائنات کی دلکشی کا جو نقشہ ابھرتا ہے وہ جاذبِ نظر ضرور ہوتا ہے ''جھومتی برسات'' میں جوانی کی ترنگیں فطرت سے ہم آہنگ ہو جاتی ہیں جوش کی شاعرانہ نظر نے عالم خارجی کے کیف وکم سے جوانی کی امنگوں کے اثبات کا کام لیا ہے:

شاخوں میں جھما جھم ہے فضاؤں میں روانی
بہتی ہوئی چہکار، مچلتا ہوا پانی
بھنورے ہیں کہ اڑتی ہے کہانی پہ کہانی
بھیگے ہوئے پودوں کی یہ چھنتی ہوئی خوشبو
اے دولت پہلو
ہاں تان اڑا تان قمر پارہ و گلرو
اے دولت پہلو

جوش کی مفکرانہ اور فلسفیانہ شاعری

اگر چہ جوش کوئی باقاعدہ فلسفی نہیں تھے تا ہم اُن کی شاعری میں فکر و فلسفہ کے پرتو پائے جاتے ہیں۔ اِس کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے مختلف مغربی مفکرین کے ادب کا گہرا مطالعہ کر رکھا تھا۔ جوش خود لکھتے ہیں:

> ''ابتدا میں شرر اور سرشار کی نثر اور داغ اور انیس کی شاعری سے متاثر ہوا۔ آگے بڑھا مومن و میر، غالب اور اکبر آبادی نے متاثر کیا پھر ٹیگور نے دل میں گھر کر لیا مگر وہ مجھ پر چھا نہ سکے۔ پھر ورڈز ورتھ کو پڑھا اور اثر قبول کیا۔ پھر مجھے گوئٹے، نطشے، میکسم گورکی، شیلے، وکٹر ہیوگو، برگساں، شوپنہار اور کارل مارکس نے متاثر کیا۔ فارسی میں سعدی، نظیری، خیام، عرفی اور سب سے زیادہ حافظ نے دل پر اثر کیا جواب تک ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ہندی میں تلسی داس اور کبیر سے متاثر ہوا۔''(۴)

حقیقت یہ ہے کہ جوش نے فلسفہ پڑھا کائنات کا بغور مطالعہ کیا۔ اس کے عملی اطلاق کو دیکھا۔ افکار کو شاعری میں بیان کیا اُن کو کسی ایک فلسفی کا تابع نہیں کیا جا سکتا البتہ اُن کے خیالات میں تضاد کم ہے۔ مثلاً عقل پسندی، مشیت اور انسان سے متعلق افکار پوری شاعری میں یکساں ہیں وہ ''خودی'' جیسا فلسفہ نہ دے سکے۔ خلیق انجم اُن کے فلسفیانہ افکار کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''جوش کے یہاں بھی تفکر ہے لیکن علامہ اقبال کے مقابلے میں کم درجے کا ہے۔ جوش انسان دوست ہیں، غریبوں کے ہمدرد ہیں۔ سامراج دشمن ہیں لیکن ان کے لہجے میں سنجیدگی کے بجائے وہ تلخی و ترشی ہے جو اُن کی بات کو دلنشیں نہیں ہونے دیتی۔''(۵)

جوش نے فضائے عالم کا مطالعہ گہرائی سے کیا ہے اور دنیا کے نشیب فراز کا جائزہ لیا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے نظریات قائم کیے، انھوں نے محسوس کیا ہے کہ اس دنیا میں ظلمت و روشنی، غم و مسرت، خوف اور سکون بیک وقت موجود ہیں چنانچہ وہ اپنی نظم ''ظلمتیں'' میں لکھتے ہیں:

تیرگی لپٹی ہوئی ہے دہر میں ہر ضو کے ساتھ
عربدہ کرتا ہے یاں ہر رہزن رہرو کے ساتھ
ہم نفس یادیں، بمعہ برنائی و افسوں گری
بیوگی کا دبدبہ بھی ہے عروسِ نو کے ساتھ
اِس قدر بھی ناز فرماتا ہے کوئی اے چمن
دھوپ بھی ابر رنگارنگ کے پرتو کے ساتھ

حسن شیریں وغرور تاج کے ہوتے ہوئے
تیشۂ فرہاد کا دھڑکا بھی ہے خسرو کے ساتھ (سیف وسبو، ص۷۴)

اِسی قسم کے خیالات جوش نے اپنی نظم ''روشنیاں'' میں بھی ظاہر کیے ہیں اِس نظم میں انھوں نے بتایا ہے کہ دنیا میں ظلمت کے ساتھ تنویر بھی ہے:

صرف ظلمت ہی نہیں دیکھ تنویریں بھی ہیں
کاوشِ تخریب کی ہلچل میں تعمیریں بھی ہیں
جس جگہ خورشید کی حدت سے عالم ہے خموش
واں کسی دیوار کے سائے میں تحریریں بھی ہیں
جس جگہ پانی میں ہے زہر ہلاہل کا اثر
واں ہوا میں چشمہ حیواں کی تاثیریں بھی ہیں
ٹوٹتا ہے سلسلہ کب زلف عنبر بیز کا
میں نے مانا طوق بھی ہے جوش زنجیریں بھی ہیں (سیف وسبو،ص۷۵)

جوش نے شاعری میں اقبال کی طرح حرکت وعمل کا فلسفہ بھی پیش کیا ہے۔جوش نے دنیا کی ہر شے کو بے تاب قرار دیا ہے۔چنانچہ انھوں نے اپنی ایک نظم ''ہستی بے تاب'' میں اسی فلسفے کو یوں بیان کیا ہے:

سکون نہ ڈھونڈھ کہ صبح ازل سے ہے اب تک
ضمیر ارض و سما روح مرد و زن بے تاب
کوئی اِدھر ہے پریشاں قبائے زر کے لیے
کسی کے دل میں اُدھر حسرتِ کفن بے تاب
اِدھر ترانہ مطرب سے بزم زیر و زبر
اُدھر حسام کی جھنکار سے ہے رن بے تاب
اِدھر وصال میں زلف نگار ژولیدہ
اُدھر فراق میں بستر کی ہر شکن بے تاب (فکرونشاط،ص۲۰۔۱۹)

جوش کا تصور انقلاب

جوش ملیح آبادی سیاسی وعمرانی شعور رکھنے والے اردو شعرا میں بلند مقام ومرتبہ رکھتے ہیں۔اردو شاعری کو سیاسی انقلاب کا تصور اقبال نے لیکن اِسے انقلابی آہنگ جوش ملیح آبادی نے عطا کیا۔اُن کی شاعری

کا آغاز پہلی جنگ عظیم کے بعد ہوتا ہے لیکن اس کا اصل رنگ سول نافرمانی ۱۹۲۹ء اور ترقی پسند تحریک کے زمانے میں نکھرتا ہے۔۱۹۳۰ء میں مولانا عبدالرزاق خان ملیح آبادی (ایڈیٹر آزاد ہند کلکتہ) نے انھیں ''شاعرِ انقلاب'' کا خطاب عطا کیا۔اُن کے لیے یہ خطاب اس لیے موزوں سمجھا گیا کہ انھوں نے آزادی کے نغمے ایسے وقت میں لوگوں تک پہنچائے جس وقت ہندوستان میں برطانوی سامراجیت کے سامنے کلمہ حق کہنا دشوار سمجھا جاتا تھا۔جوش نے نزاعی موضوعات پر متعدد نظمیں لکھیں'' شکست زنداں کا خواب''اور سائمن کمیشن ایسی نظمیں ہیں جنھوں نے جوش کے باغیانہ لب ولہجے کی الگ شناخت کروانا شروع کی۔۱۹۲۹ء میں ہندوستان میں جب سائمن کمیشن آیا تو اس نے ہندوستانیوں سے مفاہمت چاہی، اس صورت حال سے ہندوستانی سیاسی ذہن رکھنے والے دوگروہوں میں تقسیم ہوگئے ایک گروہ مفاہمت کے حق میں اٹھ کھڑا ہوا اور دوسرا گروہ اسے انگریز کی چال سمجھ کو اس کے مدمقابل آ کھڑا ہوا۔اُن کے خیال میں جنگ آزادی کی تحریک کی سبک خرامی کو کند کر کے ہندوستانیوں کو منتشر کرنے کے لیے یہ چال چلی جارہی تھی۔اس صورت حال کو جوش نظم ''جہانبانی''میں یوں بیان کرتے ہیں:

اٹھائے گا کہاں تک جوتیاں سرمایہ داری کی
جو غیرت ہے تو بنیادیں ہلا دے شہریاری کی
ازل سے نوعِ انسانی کے حق میں طوق لعنت ہے
کسی ہم جنس کی چوکھٹ پہ عادت سر جھکانے کی
نہ ہو مغرور اگر مائل بہ نرمی بھی ہو سلطانی
کہ یہ بھی ایک صورت ہے تجھے غافل بنانے کی
تڑپ پیہم تڑپ اتنا تڑپ برق تپاں بن جا
خدا را ، اے زمین بے حقیقت! آسماں بن جا (شعلہ وشبنم،ص۳۳،۳۴)

''ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں کے نام'' وہ زندہ جاوید نظم ہے جس نے جوش کو بطور مجاہد آزادی شہرت دلائی۔اس نظم میں وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارپردازوں کو وقت فرمان کے آگے گردن جھکانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

خیر اب اے سوداگرو اب ہے تو بس اس بات میں
وقت کے فرمان کے آگے جھکادو گردنیں
اب کہانی وقت لکھے گا ، نئے مضمون کی
جس کی سرخی کو ضرورت ہے تمھارے خون کی

وقت کا فرمان اپنا رخ بدل سکتا نہیں
موت ٹل سکتی ہے یہ فرمان ٹل سکتا نہیں
(انتخاب کلیات جوش، ص ۴۷۔۴۵)

ڈاکٹر علی احمد خاں فاطمی ''ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں کے نام'' پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''جوش کی اس نوع کی نظمیہ شاعری نے غم وغصہ گھن گرج کا ایسا ماحول بنا دیا کہ مشاعرہ ہو یا رسالہ سب جگہ جوش کی شاعری میں چنگاریاں لپی ہوئی ہیں ۔ن ۔م راشد نے ایک جگہ اعتراف کیا کہ ہمارے دور میں بہت کم ایسے شاعر ہیں جنھوں نے سیاسی آزادی کے لیے جوش سے زیادہ جوش وخروش سے کام لیا ہو۔ کرشن چندر بھی کہتے ہیں کہ اس برصغیر میں انھوں نے اُس وقت حریت صداقت اور آزادی کے علم کو بلند کیا جب دوسرے لوگ انگریز کی شان میں قصیدے لکھتے تھے۔''(۶)

جوش کے ہاں نہ صرف سامراجیت کے خلاف جذبات ملتے ہیں بلکہ برصغیر کے عوامی دکھ درد، افلاس ناداری اور جہالت کو اپنی شاعری میں انھوں نے جابجا موضوع سخن بنایا ہے ۔'انسان کا ترانہ'،'باغی انسان'،'پست قوم'،'جھریاں'،'مہاجن اور مفلس'،'ضعیفہ'،'بھوکا ہندوستان' کسان اور ہماری سوسائٹی جیسی نظموں میں انھوں نے سماجی موضوعات پر پُرجوش اظہار خیال کرتے ہوئے ہم وطنوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے ۔ ڈاکٹر یحییٰ احمد جوش کی انقلابی فکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''افکار جوش میں غریبوں کی ہمدردی،انقلاب کی تمنا نوجوانوں کی ولولہ انگریزی اور رجعت پسندوں پر تنقید خاص موجوعات ہیں قومی آزادی کا بھرم رکھا گیا ہے ۔انسان دوستی کو نصب العین کہا گیا ہے خوشامدی ٹولوں اور سرمایہ داری کی مخالفت ہے اور کابلی پر تبصرہ ہے مہاجن کی مذمت ہے،تہذیبی تاریخی اور سماجی موضوعات کے ساتھ ادبی محاذ پر بھی انھوں نے روشن فکر کی ترویج کی بھرپور کوشش کی ہے۔''(۷)

ترقی پسند تحریک کے بعد جوش کے انقلابی افکار میں استدلال اور معنویت کا اضافہ ہوا ہے بالشویک انقلاب کے بعد جوش کارل مارکس کو اپنا ہیرو سمجھتے ہیں ۔ جوش مارکس کو دانائے راز قرار دیتے ہیں اور سلام پیش کرتے ہیں:

السلام اے مارکس اے دانائے راز
اس مریض انسانیت کے چارہ ساز

اے رفیقِ خستگانِ بے نوا
ناخدائے بندگانِ بے نوا (عرش وفرش،ص ۱۳۳)

جوش کے کلام میں انقلابی صفات شروع سے آخر تک اِن کے ساتھ رہیں کیونکہ جب کبھی جہاں کہیں وہ معاشرتی یا تہذیبی ناہمواریوں کو دیکھتے ہیں جو عوام یا ملک کے حقوق استحصال کرتی ہیں، وہ ان پر بے اختیار قلم کی تلوار سے برسرِ پیکار آجاتے ہیں۔

جوش کی منظریہ شاعری

جوش ایک فطرت پرست شاعر تھے۔اُن کی شاعری کا سب سے زیادہ نمایاں پہلو ذاتی مشاہدہ ہے۔انھوں نے جس منظر کو بیان کیا ہے اُس کو اپنی آنکھوں سے بذاتِ خود دیکھا ہے۔اِن کی منظر نگاری سودا اور ذوق کی بہاریہ تشبیب کی منظر نگاری سے جدا ہے جو سراسر خیالی اور قیاسی ہوتی ہے۔جوش کی شاعری میں صداقت کے نگینے اور آئینے جھلکتے ہیں کیونکہ اُن کے مناظر اُن کے ذاتی مشاہدے پر مبنی ہیں۔ڈاکٹر سلام سندیلوی لکھتے ہیں:

> ''جوش اِس قدر فطرت پرست شاعر ہیں کہ انھوں محض مناظر قدرت کے مشاہدے کے لیے اپنے سوتیلے چچا آصف خاں سے امانی گنج کے میدان میں دو بھیگے زمین خریدی اور ۱۹۲۰ء میں وہاں ایک نہایت خوبصورت کوٹھی دومنزلہ بنوائی جس کا نام ''قصر سحر'' رکھا، یہاں سے وہ عروسِ فطرت کے گیسو ورخسار کا نظارہ کرتے تھے۔''(۸)

جوش کی منظریہ شاعری پر انگریزی کے رومانوی شعرا بہت اثر انداز ہوئے ہیں۔انھوں نے ۱۹۲۲ء کے بعد ورڈز ورتھ، شیلے، بائرن اور کیٹس کی شاعری کا گہرا مطالعہ کیا۔جوش نے منظر پرستی ورڈز ورتھ سے سیکھی۔ورڈز ورتھ کی شاعری کی خصوصیات عینی مشاہدہ ہیں۔جوش کی بھی منظریہ شاعری کا انحصار مشاہدات پر ہے۔جوش نے جو مناظر فطرت اپنی آنکھوں سے دیکھا انھیں نظم کیا،انھوں نے ایک نظم ''برسات کی چاندنی'' کے عنوان سے کہی ہے۔اس میں انھوں نے ذاتی مشاہدات کی روشنی میں برسات کی چاندنی کے مناظر پیش کیے ہیں:

چرخ پر برسائے ہوئے بادل کے ٹکڑے جا بجا
چاندنی، تالاب سناٹا پپیہے کی صدا
سینہ امواج میں سیال چاندی کی تڑپ
طاقِ گل میں قطرہ شبنم کا چھوٹا سا دیا
نرم شاخوں کی لچک سرشار ساحل کا سکوت
دشت کی خوشبو ، فضا کی تازگی ٹھنڈی ہوا

کانپتی لہروں سے اٹھتے ہیں غول کے زمزمے
جھومتے پودوں سے آتی ہے جوانی کی صدا (حرف وحکایت،ص۴۰)

جوش فطرت سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں ان کی مختلف نظموں میں لطف اندوزی کا جذبہ موجود ہے۔مثال کے لیے اُن کی نظم ''البیلی صبح'' پیش کی جاسکتی ہے:

نظر جھکائے عروس فطرت جبیں سے زلفیں ہٹا رہی ہے
سحر کا تارا ہے زلزلے میں افق کی لو تھرتھرا رہی ہے
روش روش نغمہ طرب سے چمن چمن جشن رنگ وبو ہے
طیور شاخوں پہ ہیں غزل خواں، کلی کلی گنگنا رہی ہے
ستارہ صبح کی رسیلی جھپکی آنکھوں میں ہے فسانہ
نگار مہتاب کی نشیلی نگاہ جادو جگا رہی ہے
طیور بزم سحر کے مضطرب لچکتی شاخوں پہ گا رہے ہیں
نسیم فردوس کی سہیلی گلوں کو جھولا جھلا رہی ہے
شلوکا پہنے ہوئے گلابی ہر ایک سبک پنکھڑی چمن میں
رنگی ہوئی سرخ اوڑھنی کا ہوا میں پلو سُکھا رہی ہے

(شعلہ وشبنم،ص ۱۳۶۔۱۳۴)

اس نظم میں جوش نے فطرت کوعروس کہا ہے یعنی وہ اس کے حسن سے محظوظ ہوتے ہیں۔انھوں نے مہتاب کونگار قرار دیا ہے نسیم کوفردوس کی سہیلی قرار دیا ہے۔بیلے کی کلی پر شبنم حسینہ موتی کسی ہیرے کی کیل معلوم ہوتا ہے۔جوش نے جہاں ساکن فطرت کی عکاسی کی ہے سکوت لالہ وگل سے کلام پیدا کیا ہے وہاں فطرت کو زبان بھی بخشی ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ فطرت اپنا اظہار کرتی ہے۔جوش نے اپنی متعدد نظموں کے عنوانات ہی ایسے رکھے ہیں کہ فطرت بولتی محسوس ہوتی ہے۔ڈاکٹر عقیل احمد لکھتے ہیں:

''فطری مناظر کو جوش نے بسا اوقات جان ہی نہیں زبان بھی عطا کی ہے۔اُن کی نظم جذبات وفطرت میں مناظر کو صدا دیتے ہیں جیسے پہاڑ کی صدا ستارہ سحری کی صدا شفق کی صدا چاند کی صدا آفتاب کی صدا سمندر کی صدا رات کی صدا فصل گل کی صدا اور پھولوں کی صدا موجود ہے یہ پوری نظم ترا کیب بند کی شکل میں ہے۔''(۹)

جوش کی منظریہ شاعری میں مختلف پہلو پائے جاتے ہیں۔انھوں نے فطرت سے حظ بھی حاصل کیا ہے وہ اس کے حسن سے متاثر بھی ہوئے ہیں۔انھیں فطرت کی خاموشی بھی پسند ہے اس کے علاوہ اُن کو فطرت

میں خدا کا جلوہ بھی دکھائی دیتا ہے۔دراصل جوش فطرت کے پرستار ہیں اس لیے ہم جوش کو اردو کا وڈز ورتھ کہہ سکتے ہیں۔

جوش کے خمریات

اردو شاعری میں اس موضوع پر ہزاروں اشعار مل جائیں گے اور وہ وہ اپنی ساخت اور بناوٹ کے لحاظ سے بڑے عمدہ شعر ہوں گے۔خمریات میں سرفہرست نام ریاض خیر آبادی کا ہے لیکن جوش کے خمریات کے سامنے وہ سارے ایسے ہیں جیسے شراب کے مقابلے میں پانی۔جوش جہاں بھی شراب کا ذکر کرتے ہیں وہاں اُن کے سامنے سینکڑوں کی تعداد میں الفاظ جو رندی و سرمستی و سرخوشی سے متعلق ہیں، ہاتھ باندھے کھڑے نظر آتے ہیں۔فیض نے حافظ وخیام کی سرمستی کو سیاسی معنوں میں برتا ہے، لیکن جوش نے شراب کو اُس کے اصل معنوں میں استعمال کیا ہے۔ڈاکٹر یحییٰ احمد لکھتے ہیں:

> ''جوش نے خمریاتی خزانے کو شراب کے اصل معنوں میں استعمال کیا ہے۔غالبًا یہاں عادت اور خصلت کا عمل دخل تھا ان پر اعتراض تھا کہ وہ قبلہ رندان جہاں بننے کے متمنی ہیں اور مے خانے کا دروازہ لوگوں کے لیے وا کرنا چاہتے ہیں۔''(۱۰)

جوش نے سرمستی کے لیے جو خزانہ استعمال کیا وہ یہ ہے سبو، پیمانہ، مسیح، بوتل، بادہ پرستی، مستی، انگور، شراب، زرفشاں، مغبچے، پیر مغاں، سرخیل رندانِ جہاں، رند، نشہ، خمار، خرابات، نیش، خانہ خمار، حیَّ علی الصبوح، مست، الغزا کا سٔی، ساقی جام جم، زم کعبہ رندی، مے کدہ، آتش سیال، گلابی، ارغوانی، دارو، مخمور آنکھیں، گلفام، گلابی نور، تلخ مئے، رندانِ خرابات، مئے ہوش ربا وغیرہ۔

جوش غالب، اقبال اور فیض سے زیادہ رندی کے شاعر ثابت ہوئے ہیں۔غالب نے خمریاتی خزانے کو لیا مگر سماج اور نفسیاتی مضامین کے بعد خمریات کو جگہ دی جبکہ جوش سیاسی اقدار کے برابر خمریاتی خزانہ لیے ہوئے ہیں البتہ فارسی سے رندی کے الفاظ غالب اور جوش میں مشترک ہیں فیض اور جوش کا سیاسی ذہن ایک ہے مگر خمریاتی خزانے کا استعمال متضاد ہے۔

اس سلسلے میں جوش کی نظم چند جرعے کی مثال ہے جو اپنی نوعیت کی الگ اور منفرد نظم ہے۔اس میں انھوں نے مے نوشی کی کیفیات کے درجے نظم کیے ہیں جو قابلِ لحاظ اور خصوصیت کے حامل ہیں۔پہلے جرعے میں ہمارے شاعر کے دل میں کوئی کروٹ سی لیتا ہے اور پھر:

یہ کس کی روح سن رہی ہے آہٹ
رگوں میں ہے گو مزے کی سنسناہٹ

زہے رفتار خون زندگانی
بغیر اسباب شادی شادمانی
سخن کی داد خود سے پا رہا ہوں
کلی کی طرح کھلتا جا رہا ہوں

اس کیفیت میں اُسے ایک آواز آتی ہے"بہ مستی بہ از زہد ریائی" تو پھر شاعر اُٹھالیتا اور دوسرے جرعے میں:

رگ و پے میں ہے غلطاں نوجوانی
ہر اک لمحہ ہے عمر جاودانی
یہ کیسی طرفگی ہے آج ساقی
صراحی میں ہے وجہ نور باقی

پھر وہی آواز آتی ہے اور وہ پھر تیسرا جرعہ لیکر "زہد ریائی" کوغرق کرنا چاہتے ہیں:

ندی ساون کی چڑھتی آ رہی ہے
سوئے میخانہ بڑھتی آ رہی ہے
سر میخانہ حوریں آ رہی ہیں
نگاہیں رام رس ٹپکا رہیں ہیں
بڑھتا جاتا ہوں دریا ہو کہ وادی
مبارک دولت خود اعتمادی

تیسرے جرعے کے بعد اُسے پھر وہی آواز آتی ہے ۔خود اعتمادی پیدا ہو جانے کے بعد وہ پھر تعمیل میں ساغر بھرتا ہے اور چوتھے جرعہ میں:

عجب شہانہ کیفیت ہے طاری
ستاروں پہ ہے میرا حکم جاری
چمکتی ہیں بتوں کی بالیاں سی
فضا پہ بج رہی ہیں تالیاں سی
جوانی روح میں اٹھلا رہی ہے
نظر پہ کاکلیں بکھرا رہی ہے

جب ہستی کے امتیاز بھی مٹ چکے ہیں تو پھر وہی آواز آتی ہے اور شاعر پھر تعمیل کرتا اور ساغر بھر لیتا ہے اور پانچویں جرعہ میں:

تعالی اللہ شان خود نمائی
بھر رہے خاک میں زور خدائی
ہتھیلی پہ لیے ہیں گلستان کو
کہاں کا گلستاں سارے جہاں کو
مجھے ارض و سما سے کد نہیں ہے
وگرنہ مستیوں کی حد نہیں ہے

یہاں تک کہ مستی کے اندر نہ صرف ''زہدیائی'' بلکہ خودی بھی غرق ہو جاتی ہے۔

جوش خمریات میں غالب اقبال اور فیض سے آگے ہیں مزید یہ کہ نسائی حسن جوشیات کے خمریاتی خزانے کو چمکا کر پیش کرتا ہے۔ڈاکٹر عبدالغنی لکھتے ہیں:

''نسائی حسن کے ساتھ ارغوانی آمیزش سے ہی جوش کی شاعری کے تار و پود بنتے ہیں اور ان کے اشارات و علامات کا پورا نظام اس مرکب کے اجزا و عناصر پر مشتمل ہے۔شراب سے متعلق جو روایات اردو شاعری میں آرہی تھیں جوش نے نہ صرف یہ کہ اُن سے پورا پورا فائدہ اٹھایا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان میں بہت زیادہ اضافہ کیا ہے۔اس اضافے میں اصلیت تنوع اور وفور ہے۔''(۱۱)

جوش کی طنزیہ شاعری

جوش ملیح آبادی کے یہاں طنز کے نشتر بہت تیز ہیں۔مزاح اُن کی شاعری میں کہیں بھی موجود نہیں لیکن طنز، تضحیک حتیٰ کہ توہین کے عناصر موجود ہیں۔ہجو گوئی میں وہ سودا کے برابر ہیں کیونکہ ایک مرتبہ نظم ''مولوی شروع کی تو جان بخشی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ مخالف کو اُس کے گھر تک چھوڑ کے آتے۔''

''جوش کے کلام میں طنزیت نمایاں طور پر موجود ہے۔انکی کمان و کمند میں ہر طبقے کے لوگ گرفتار ہیں انھوں نے انگریزوں کے دامن کی دھجیاں اڑائی ہیں۔خانقاہ کے سجادہ نشینوں پر حملے کیے ہیں۔ذاکر کے نقطۂ نظر پر ضرب کاری لگائی ہے اور خاص طور پر مولویوں کی ڈاڑھی نوچی ہے۔''(۱۲)

جوش کے انقلابی کلام میں سیاست اور انگریز پر گہرا طنز ملتا ہے۔اُن کی مشہور نظموں میں 'ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں کے نام'، 'مقتل کانپور'، 'شکست زنداں'، 'زنداں کا گیت'، 'ماتم آزادی'، 'بھوکا ہندوستان'،

'کسان'، شامل ہیں جن میں سیاسی اور معاشی و معاشرتی ناہمواریوں پر جوش نے طنز کیا ہے۔ ''ماتم آزادی'' نظم میں لکھتے ہیں:

برطانیہ کے خاص غلامان خانہ زاد
دیتے تھے لاٹھیوں سے موجب وطن کی داد
جن کی لہر اک ضرب ہے اب تک سروں کو یاد
وہ آئی سی ایس اب بھی ہیں خوش وقت و بامراد
شیطان ایک رات میں انسان بن گئے
جتنے نمک حرام تھے کپتان بن گئے (سرود و خروش، ص ۴۵)

اُن کی ایسی کئی نظمیں ہیں جن میں مال بٹورنے والے نقلی مولوی کی خبر لی گئی ہے۔ اُن کی ایسی نظموں میں 'انکشاف تو حید'، 'جہاں میں تھا'، 'ذہین آدمیت'، 'مسوحی'، 'پشیمانی'، 'زحمت باجا' میں تصوف پر جزوی تنقید کی گئی ہے۔ محسن احسان لکھتے ہیں:

> ''انھوں نے زاہد صوفی، مدرس، مولوی، مفتی، فقیر، فقیہہ، شیخ اور دیگر ریاکار و ظاہر دار لوگوں کی مکاریوں کے پول کھول دیے۔'' (۱۳)

بہر حال جوش نے اردو شاعری کو جو سرمایہ عطا کیا ہے وہ زرِ خالص تو نہیں لیکن اس میں سونے کے ذرات کی تابانی جگہ جگہ ملتی ہے۔ جوش کی شاعری میں لفظوں کا چلتا جادو بعض اوقات ان کے مفہوم پر حاوی ہو جاتا ہے لیکن لفظوں کے بھید تلاش کرنے کے لیے جوش کی شاعری کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ ہماری معاشرت کے جن رنگوں کی ترجمان یہ شاعری ہے انھی رنگوں سے تاریخ و تہذیب کی آراستگی ہوئی ہے۔ جوش کے ہاں ہر رنگ کا اور وضع کا موضوع موجود ہے۔ اُن کی شاعری رنگا رنگ موضوعات سے مزین ہے۔ ان رنگوں کی آبداری میں بیرونی تحریکات اور بین الاقوامی اثرات کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) محمد علی صدیقی، ڈاکٹر، ہمارے جوش صاحب، کراچی: ذیشان کتاب گھر، ۲۰۰۰ء ص: ۳۳۰

(۲) اشفاق حسین، جوش ایک زندہ کلاسیک، مشمولہ: جوش شناسی، شمارہ ۴، کراچی: الفاظ فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء، ص ۱۲۱

(۳) رضا، پروفیسر، جوش شاعر شباب، مشمولہ: افکار یاد جوش نمبر، کراچی: ۱۹۷۲ء، ص: ۳۴۹

(۴) نریش کمار، حضرت جوش ملیح آبادی سے انٹرویو مشمولہ: ساقی، جوش نمبر، کراچی: ۱۹۴۳ء، ص ۲۹۵

(۵) خلیق انجم، جوش ملیح آبادی تنقیدی جائزہ، دہلی: انجمن ترقی ادب، ۱۹۹۱ء، ص: ۷

(۶) علی احمد فاطمی، ڈاکٹر، جوش اور ترقی پسند تحریک، مشمولہ: جوش شناسی، (جوش سیمینار نمبر) ص: ۸۴

(۷) یحیٰی احمد، ڈاکٹر، عصر جاوید اور جوش ملیح آبادی، مشمولہ: جوش شناسی ص: ۱۳۴

(۸) سلام سندیلوی، ڈاکٹر، مزاج اور ماحول، لاہور: سفینۂ ادب، س۔ن، ص: ۳۷۵

(۹) عقیل احمد، ڈاکٹر، جوش کی شاعری کا تنقیدی جائزہ، مشمولہ: جوش تنقیدی جائزہ، ص: ۱۰۲

(۱۰) یحیٰی احمد، ڈاکٹر، جوش ملیح آبادی کا شخصیت، افکار اور زبان وبیان، لاہور: نیا زپبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص: ۸۲

(۱۱) عبدالغنی، ڈاکٹر، جوش کے خمریات، مشمولہ: جوش تنقیدی جائزہ، ص: ۱۲۲

(۱۲) سلام سندیلوی، ڈاکٹر، مزاج اور ماحول، ص: ۳۹۱

(۱۳) محسن احسان، قلیل الفاظ کا کثیر المعانی شاعر، مشمولہ: ارتقا کراچی: ۱۹۹۹ء، ص: ۸۵